راہی کرب و بلا
منزل بہ منزل

تالیف

محمد اکرم اعوان

ناشر

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دارالعرفان - منارہ - ضلع چکوال، پاکستان

انتساب

استاذنا المکرم، مجدد طریقت بحر العلوم حضرت

العلام اللہ یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جن کی نظرِ کرم نے مجھ ناکارۂ خلائق کو یہ استطاعت

عطا فرمائی۔ اللہ ان کے فیوضات سے عالم کو منور فرمائے

آمین

دیباچہ

دَورِ حاضرہ میں جہاں اور بے شمار رسومات نے دین میں داخل ہوکر خلقِ خدا کی گمراہی کے اسباب پیدا کئے ہیں وہاں سب سے زیادہ موثر وہ افسانہ ہے جو جنگِ کربلا کے نام سے مسلمانوں کو ایک خاص مذہبی رنگ میں سُنایا جاتا ہے چونکہ اس واقعۂ جانکاہ کا تعلق جذبات سے ہے سو عموماً یہ نہیں سوچا جاتا کہ آخر یہ سب کیا تھا کس نے کیا کیوں کیا۔ اور پسِ پردہ کون سے ہاتھ تھے جو زمینِ کربلا کو خانوادۂ نبی کریم کے خون سے لالہ زار بنا گئے کتنے سنگدل تھے وہ لوگ جنھیں کوئی جذبہ اس ظلمِ عظیم سے نہ روک سکا اور کس قدر دشمنی ان کے دلوں میں تھی نہ صرف اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بلکہ اصل دشمنی دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اس دعوت سے تھی جس کے حضورؐ داعی تھے۔

کس طرح انہوں نے سازش کرکے حضرتِ حسینؓ کو پھانسا کیسے ظلم ڈھائے اور پھر کس طرح آج تک اس سے نتائج حاصل کر رہے ہیں۔ ان چند سطور میں اس سب سازش کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی گئی ہے غرض یہ ہے کہ مسلمان جذبات سے الگ ہوکر ٹھنڈے دل سے اس سارے واقعہ کا جائزہ لیں اور پھر دیکھیں کہ ان کے اصل دشمن کون ہیں اور وہ کس طرح ان کا دین برباد کرنے پہ تلے ہوئے ہیں

تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت بحر العلوم حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات جو اس موضوع پہ انتہائی ہیں کا مطالعہ کیا جائے

جن کی فہرست کتاب کے آخر میں موجود ہے۔ اللہ تعالٰے تمام مسلمانوں کو صحیح علم اور درست عقائد کے ساتھ توفیقِ عمل عطا فرمائے۔ اور اس ملکِ خداداد کو رہتی دنیا تک قائم رکھے اور اسے صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ بنائے۔

ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

دعا گوئے عالم

امیر محمدؐ اکرم اعوان۔ دارالعرفان

منارہ چکوال

پہلی منزل :-

سانحۂ کربلا تاریخ اسلام میں ایک بہت بڑا سانحہ ہے اس لحاظ سے بھی کہ اس منزل کے مسافر کوئی عام آدمی نہ تھے بلکہ خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ تھے۔ اخلاق کریمانہ کے وارث اور انوارِ نبوت کے امین، ان کے امیر حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نہ صرف صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے بلکہ سیرتِ نبوی کا بھی نمونہ تھے اور علوم و معارف کا خزینہ یہ وہ رُخ روشن تھا جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بوسے ثبت تھے اور یہ جسم جسمِ اطہر کا ہی حصّہ تھا اس میں دوڑنے والا خون محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک خون تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ۲۲ رجب ۶۰ھ میں انتقال فرمایا ان کے اُنیس سالہ دورِ حکومت میں نہ حضرت حسنؓ کو شکایت پیدا ہوئی اور نہ حضرت حسین رضؓ نے شکوہ فرمایا بلکہ حق یہ ہے کہ شیعہ حضرات بھی اسی بات کے قائل ہیں جیسا کہ تلخیص شافی میں ابو جعفر طوسی صفحہ نمبر ۴۹ پر لکھتا ہے :-

انه لا خلاف ان الحسن بایع معاویة وسلم الامر الیه خلع نفسه و اخذ العطایا منه وجوائزہ ؕ	اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ کی بیعت کی اور خلافت انکے سپرد کردی اور خود اس سے دستبردار ہوگئے اور امیر معاویہ سے عطیے اور تحائف لیتے رہے۔

یعنی خود حضرت حسنؓ نے حکومت ان کے سپرد کردی اور پھر حال یہ رہا کہ مناقب شہر بن آشوب ج ۲ : ۳۳ کے مطابق

ولیوف علیه حقه کل سنة خمسون	حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے عہد لیا

الف درھم فعاھدہٗ علیٰ ذٰلک وحلف بالوفاء بہٖ — کہ مجھے ہر سال ۵۰ ہزار درہم دیں گے پس انہوں نے بقید حلف یہ معاہدہ کیا۔

حضرت حسنؓ نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار فرمائی اور کوفہ چھوڑ دیا جس سے بعض کوفی لیڈر سخت ناراض تھے اور مدینہ منورہ تک پہنچے بلکہ کوفیوں کے ایک سردار سلیمان بن صرد نامی نے تو یوں خطاب کیا السلام علیک یا مذل المومنین" کہ اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے السلام وعلیکم" تو آپ نے جواباً وعلیک السلام فرماکر، فرمایا" میں مومنوں کو ذلیل کرتے والا نہیں ہوں بلکہ انہیں عزت دینے والا ہوں، میں نے لوگوں سے قتال وجدال کو دفع کیا"

یہاں سے نا اُمید ہوکر انہوں نے حضرت حسینؓ کو بہکانا چاہا مگر ابوحنیفہ دینوری کی تصنیف" اخبار الطوال" کے مطابق انہوں نے فرمایا

"ہم نے بعیت کرلی ہے اور عہد کرلیا ہے اور ہمارے بعیت کے توڑنے کی کوئی سبیل نہیں"

چنانچہ یہ فتنہ وقتی طور پر دب گیا اور حضرت امیر معاویہؓ کا دور اندرونی استحکام کے ساتھ بیرونی فتوحات کا دور ثابت ہوا۔ شمالی افریقہ کا بڑا حصہ فتح ہوا افغانستان اور صوبہ سرحد فتح کیا گیا قسطنطینہ کا دوبارہ محاصرہ ہوا جس میں ایک بار تو حضرت حسینؓ بن علیؓ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی اور حضرت ابوایوب انصاریؓ جیسے عظیم صحابی نے دوران محاصرہ وفات پائی اور شہر پناہ کے متصل دفن کئے گئے، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ جیسے حضرات بھی شریک تھے اور سب سے پہلا بحری جہاد بھی حضرت امیر معاویہؓ نے کیا۔

اور مسلمانوں کے بحری فوج کے بانی یہی مردِ خدا تھے۔

ان کے انتقال پر حکومت یزید کو ملی حضرت حسینؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے بھی یزید کی بیعت نہیں کی بلکہ مدینہ منورہ سے چل کر مکہ مکرمہ کو اپنی قیامگاہ بنایا، چنانچہ شعبان، رمضان شوال، ذلیقعدہ یہ چار مہینے بھی کسی شورش کا پتہ نہیں دیتے بلکہ طبری سے یہ نشان ملتا ہے کہ حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حرم کعبہ میں اکھٹے نمازیں ادا فرماتے اور وہیں بیٹھ کر گفتگو فرماتے تھے۔

دوسری منزل :-

جب یہ حال کوفیوں کو معلوم ہوا تو ان کی رگِ شرارت پھڑکی اور انہوں نے پھر سے سوئے ہوئے فتنوں کو جگانا چاہا پھر اتفاق سے اس وقت کوفہ کے گورنر حضرت نعمانؓ بن بشیر انصاری تھے جو معروف صحابی اور حد درجہ نیک لیکن نہایت سیدھے سادے انسان تھے اہلِ کوفہ نے ان کی نیکی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر کوفہ میں شورش پیدا کی اور بقول طبری حضرت حسینؓ کو لکھا کہ یزید نے ہم سے زبردستی بیعت لی ہے مگر ہم سب آپ پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں ہم نماز جمعہ میں والئ کوفہ کے ساتھ شریک نہیں ہوتے آپ ہم لوگوں میں آجائیے" بلکہ یکے بعد دیگرے تین وفد کوفیوں کے مکہ مکرمہ آئے جن میں سے دو کو حضرت حسینؓ نے لوٹا دیا مگر تیسرا وفد اپنے ساتھ ایسے خطوط لایا جن میں قسمیں دی گئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیا گیا تھا کہ اگر آپ تشریف نہ لائے تو روزِ حشر

ہم آپ کو دامنِ کشاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کریں گے کہ انہوں نے ہماری رہنمائی قبول نہ فرمائی تھی۔ آخر حضرت حسینؓ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلمؓ بن عقیل بن ابی طالب کو طلب فرما کر حکم دیا کہ تم کوفہ روانہ ہو جاؤ اور دیکھو کہ یہ لوگ مجھے کیا لکھ رہے ہیں اگر وہ سچ لکھ رہے ہیں تو میں وہاں چلا جاؤں گا (طبری)

چنانچہ حضرت مسلمؓ مدینہ منورہ سے ہوتے ہوئے کوفہ پہنچے اور ابن عوسجہ نامی شخص کے ہاں اُترے جب آپ کی آمد کا چرچا ہوا تو لوگ آ کر بیعت کرنے لگے حتیٰ کہ بارہ ہزار تک تعداد پہنچ گئی تو آپ نے وہاں سے منتقل ہو کر ہانی بن عروہ مرادی کے گھر قیام فرمایا اور حضرت حسینؓ کو لکھ بھیجا کہ بارہ ہزار کوفیوں نے بیعت کی ہے اور مزید ہو رہی ہے آپ ضرور تشریف لے آیئے (طبری)

قاصد مکہ مکرمہ چلا گیا تو بعد میں حالات نے پلٹا کھایا اور کوفہ کا گورنر بدل دیا گیا چنانچہ حضرت نعمانؓ بن بشیر کی جگہ عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کر کے حالات سنبھالنے کے لئے بھیجا گیا جس کے واقعات طبری میں بالتفصیل درج ہیں۔ القصّہ پہلے تو اسے بھی قتل کرنے کی سازش ہوئی مگر وہ بچ گیا اور مختلف قبیلوں کے سرداروں کو بلا کر سمجھایا اور دھمکایا کہ اس سودے میں تمہیں نقصان ہوگا۔ چنانچہ وہ لوگ اپنی بات سے پھر گئے نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مسلمؓ کے ساتھ کوئی آدمی بھی نہ رہا حتیٰ کہ کوئی شخص پناہ تو کیا دیتا راستہ تک بتانے والا کوئی نہ تھا اور نہ کوئی ان سے بات کرتا تھا اندریں حال وہ گرفتار ہو کر شہید ہوئے اور شہادت سے پہلے ان

ان سب حالات کو قلمبند فرمایا۔ جب گرفتار ہوئے تو عمر بن سعدؓ ابن ابی
وقاص کو یہ چھٹی دی یہ اعلیٰ عہدے پر فائز تھے اور مشہور فاتح جرنیل اور
صحابئ رسولؐ سعد ابن ابی وقاص کے صاحبزادے تھے جنھیں حضرت
مسلمؓ اور حضرت حسینؓ سے قرابت قریبہ بھی حاصل تھی۔ انہوں نے
یہ خط حضرت حسینؓ کی خدمت عالیہ میں روانہ فرما دیا جو مکہ مکرمہ سے
بمعہ اہل وعیال کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے، باوجودیکہ حضرت عبداللہ
بن عباسؓ۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ جو حضرت زینب بنت علیؓ
کے خاوند اور حضرت حسینؓ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی بھی تھے جیسی ہستیوں
نے کوفہ جانے سے بہت روکا اکثر اکابر صحابہ جو وہاں موجود تھے وہ بھی
روکنے والوں میں شامل تھے جیسے حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت
واثلہ اللیثی و دیگر حضرات مگر حضرت حسینؓ نے اپنا ارادہ تبدیل نہ فرمایا
دراصل یہ حضرات حسینؓ کی رائے سے اختلاف اس لئے نہیں کر رہے تھے
کہ انھیں حضرت کی رائے قبول نہ تھی بلکہ اہلِ کوفہ پر اعتبار کرنے کے حق میں
نہ تھے صورت یہ تھی کہ تمام ملک میں یزید کی بعیت ہو چکی تھی اور اس میں
صحابہ کرامؓ بھی جو اس وقت دار دنیا میں تشریف رکھتے تھے شامل تھے
قابل ذکر ہستیوں میں صرف دو حضرات عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ
بن علیؓ تھے جنہوں نے تا حال بعیت نہیں کی تھی اب کوفہ والوں کے خطوط
اور وفود آئے تو حضرت حسینؓ کا موقف یہ تھا کہ یا تو حکومت اور حاکم ان
ہزاروں افراد کو جو یہ کہتے ہیں کہ ہم سے زبردستی بعیت لی گئی مطمئن کرے اور یا پھر

حکومت چھوڑ دے، اور ایسا شخص امیر بنایا جائے جسے سب مسلمان قبول کریں یہ فیصلہ برحق تھا۔ یہ سیاسی اختلاف تھا اور حضرت حسینؓ اس کی اصلاح چاہتے تھے یہ کبھی بھی کفر و اسلام کی جنگ نہ تھی نہ فریقین میں سے کوئی بھی کسی دوسرے کو کافر کہتا تھا اب منع کرنے والوں کا تجربہ اور اس سے نتیجہ میں حاصل ہونے والی رائے یہ بھی کہ کوفیوں پر اعتماد کرنا درست نہیں۔ یہ غلط کہہ رہے ہیں اور یہ کوئی گہری چال اور سازش ہے جو بعد میں درست ثابت ہوئی۔

تیسری منزل:

حضرت حسینؓ مکہ مکرمہ سے ذوالحجہ ۶۰ھ میں روانہ ہوئے شیعہ حضرات ۸ ذی الحجہ کو روانگی نقل کرتے ہیں حالانکہ یہی تاریخ حجاج کی مکہ مکرمہ سے منیٰ کو روانگی کی ہے گویا چار ماہ مکہ مکرمہ قیام فرمانے کے بعد حضرت حج نہیں کرتے اور عین حج کی تاریخ کو شہر سے چل دیتے ہیں آخر کیوں کونسی آگ لگ رہی تھی جس نے حج کی فرصت نہ دی۔ ان کے علم کے مطابق تو کوفہ میں حضرت مسلمؓ کی بیعت ہو رہی تھی کوئی حالتِ جنگ نہ تھی صرف کوفہ پہنچنا تھا تو پھر منیٰ عرفات اور حج کی برکات کو کیوں چھوڑتے وہ روانہ ہوئے یا نہ یہ علیحدہ بات ہے مگر شیعہ حضرات کی مجبوری یہ ہے کہ انہیں ہر حال میں یکم محرم کو کربلا پہنچنا چاہیئے ورنہ دس روز کا جو ڈرامہ شیعوں نے کربلا میں سٹیج کیا ہے وہ نہ ہو سکے گا اور کربلا مکہ مکرمہ سے بائیس ۲۲ منازل سفر ہے۔ پھر اس دور میں منزل کے علاوہ کسی جگہ

قیام ممکن نہیں تھا خصوصًا جب مستورات اور بچوں کا ساتھ ہو، سو یہ مؤرخ انھیں حج نہیں کرنے دیتے اور روزانہ ایک منزل بھی ضرور چلاتے ہیں جو مسلسل ۲۲ روز عورتوں اور بچوں کے لئے تقریبًا محال ہے۔ حالانکہ خود طبری نے جلد ۴ کے صفحہ ۱۹۰ پر لکھا ہے کہ آپ حج کے بعد کوفہ روانہ ہوئے ان کی بھی مجبوری ہے کہ اگر حضرت حسینؓ حج کریں تو پھر آٹھ کو منیٰ، نو کو عرفات اور رات مزدلفہ دس کو واپس منیٰ اور قربانی پھر گیارہ بارہ تیرہ کو کنکریاں مارنا اور ارکانِ حج کی تکمیل طواف وداع وغیرہ تو اس طرح کہیں چودہ کو فارغ ہو کر پندرہ کو نکلیں پھر کسی منزل پہ ایک آدھ دن آرام بھی کریں تو یہ حضرات بمشکل دس محرّم کو کربلا پہنچ پاتے ہیں۔ اور شہید ہو جاتے ہیں اس ایک روزہ جنگ میں بھلا وہ افسانے کیسے سمائیں جو دس دنوں میں بھی نہیں سما رہتے اور شہادت حسینؓ کو ایک فسانہ آزاد بنا کر دکھا رہے ہیں لیکن یہ مجبوری شیعہ حضرات کی ہے حضرت حسینؓ کی نہ تھی انہوں نے حج کیا اور دورانِ حج جبکہ تمام عالم کے مسلمان جمع تھے کسی کو اپنے ساتھ کوفہ چلنے کی دعوت نہ دی اور نہ یزید کے خلاف اعلانِ جنگ فرمایا ورنہ کیا نواسۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات میں اتنا اثر بھی نہ ہوتا کہ لوگ ساتھ چل دیتے۔ اصل بات یہ تھی حضرت جنگ کے لئے نکلے ہی نہ تھے مقصد اصلاح احوال تھا ورنہ جنگ کے لئے کون مستورات اور بچوں کو لے کر بغیر کسی فوجی قوت کے چل نکلے گا آپ کا ارادہ تو کوفہ میں قیام فرمانے کا تھا جہاں آپ کا گھر پہلے سے موجود تھا اور پھر کوفہ

والوں کی مسلسل چٹھیوں اور دعوتوں نے آپ کا میلان اس طرف کردیا تھا اب اگر حکومت کوفہ والوں کو مطمئن کردیتی تو حضرت کا حکومت سے کوئی جھگڑا نہ تھا اگر نہ کر سکتی اور آپ ان کی قیادت وسیادت قبول فرماتے تو حق بجانب تھے، لہٰذا آپ چلدیئے۔ اثنائے راہ میں وہ خط ملا جو حضرت مسلم رضہ نے شہادت سے قبل تحریر کیا تھا اور ساتھ حضرت مسلم رضہ کی شہادت کی خبر بھی آپ نے احباب سے مشورہ فرمایا کہ واپس چلیں یا کوفہ پہنچیں تو حضرت حسین رضہ کا فیصلہ کوفہ پہنچنے کا تھا ممکن ہے آپ کا خیال ہو کہ میرا ذاتی ذاتی طور پر وہاں موجود ہونا اپنی ایک الگ حیثیت رکھتا ہے نیز حضرت مسلم رضہ آخر کیسے شہید ہوئے وہ کوفی کہاں گئے جن کی دعوت تھی اور قاتل کون؛ (نیز آپ کا ارادہ تو کوفہ میں قیام کا تھا جس کے لئے بہرحال کوفہ تو جانا ہی تھا۔ اب ذرا کوفہ کو نقشہ میں دیکھیں (سامنے ہے)

منازل کے نام

۱۔ بستان عامر	۹۔ زبذہ	۱۶۔ ثعلبہ
۲۔ ذات عراق	۱۰۔ مغیثۃ الماوان	۱۷۔ اشقوق
۳۔ الغمرہ	۱۱۔ معدن نقرہ	۱۸۔ زبالہ
۴۔ المصلح	۱۲۔ الحاجز	۱۹۔ اقعاع
۵۔ افیحمیہ	۱۳۔ سمیرا	۲۰۔ عقبہ
۶۔ العمق	۱۴۔ توز	۲۱۔ واقصہ
۷۔ سلیلہ	۱۵۔ فید	۲۲۔ القرعا
۸۔ معدن بن سلیم		

(یہ ہے نقشہ ملاحظہ فرمایئے)

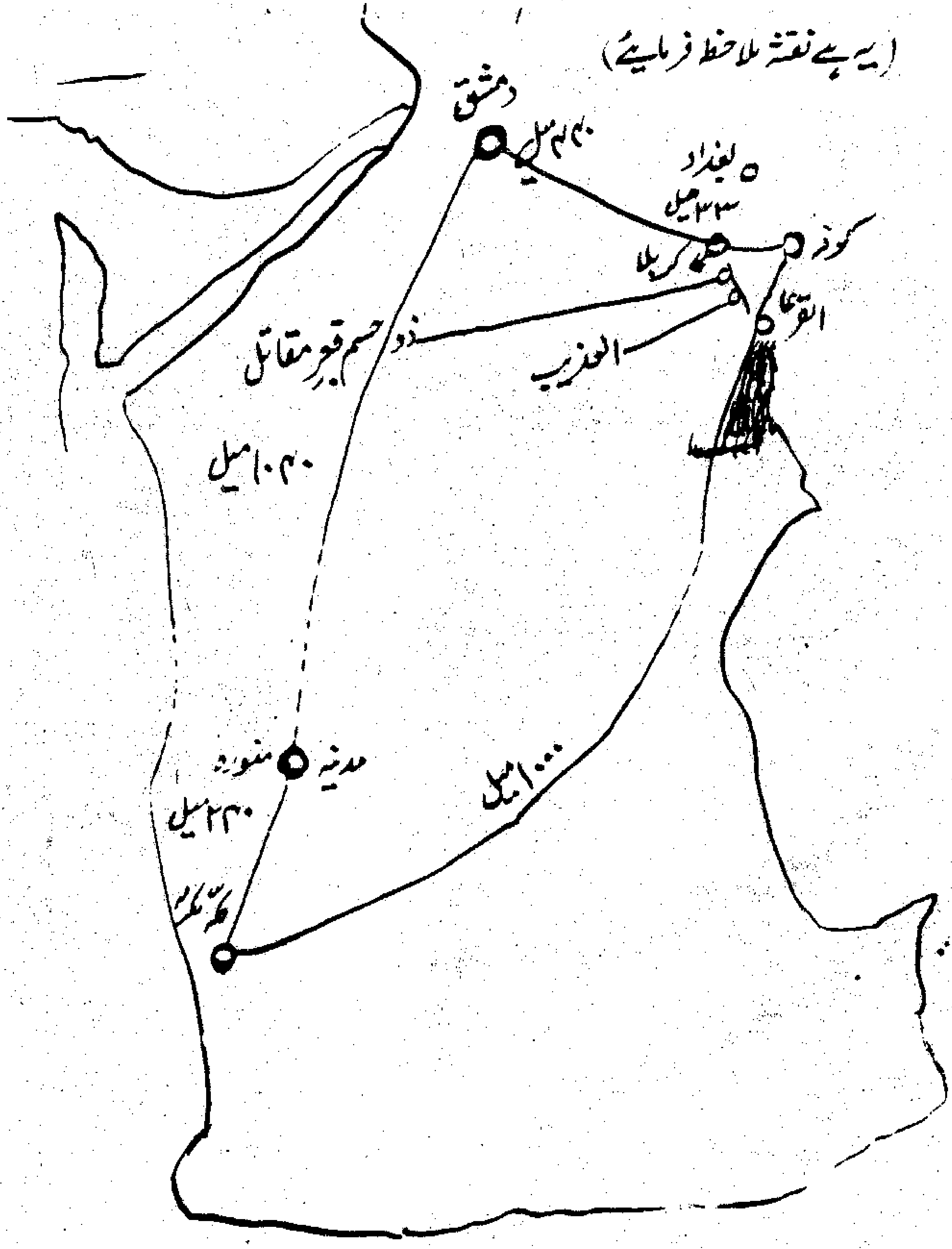

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ مکہ سے کوفہ جانے والا قافلہ کربلا کیسے پہنچا جو کوفہ سے دمشق کے راستہ پر پھر کوفہ سے تینتیس میل کے فاصلہ پر ہے ہوا یہ کہ جب یہ قافلہ القرعا کے مقام پر پہنچا تو یہاں فوجی دستے متعین تھے جنھوں نے راستہ روکا اور کمال یہ ہے کہ یہ دستے کوفیوں پر مشتمل تھے وہاں باتیں ہوئیں بیعت یزید کا مطالبہ ہوا حضرت حسینؓ نے فرمایا میں تو تمہارے بلانے پر آیا ہوں۔ یزید یا حکومت کے ساتھ میرا ذاتی جھگڑا نہیں ہے اب اگر تم اس حکومت پر راضی ہو تو ٹھیک ہے بات ختم میرا راستہ چھوڑ دو مگر وہ نہ مانے اور بیعت پر اصرار کرتے رہے۔ یہاں یہ بھی ملتا ہے کہ انہوں نے خط بھیجنے سے بے خبری ظاہر کی مگر حضرت حسین نے ایک ایک کا نام پکار کر فرمایا اے فلاں کیا تو نے چھٹی نہیں لکھی اسے فلاں ابن فلاں کیا تو نے قاصد نہیں بھیجا الغرض بہت رد و کد کے بعد یہ طے ہوا کہ چلو سب دمشق چلتے ہیں وہاں یزید کے رو برو فیصلہ ہوگا چنانچہ یہ قافلہ اور فوجی القرعا سے دمشق کو چلے جبکہ کوفہ ایک سمت چھوڑ دیا اور کربلا وہ مقام ہے جو القرعا سے تیسری منزل ہے اور کوفہ سے دمشق نیز مکہ مکرمہ سے آنے والا راستہ بھی مل جاتا ہے جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے اور تمام مقامات آج بھی روئے زمین پر موجود، نقشہ میں موجود دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔ منازل کے نام ممکن ہے بدل گئے ہوں مگر راستے وہی ہیں پہلے کچے تھے اب پختہ سڑکیں بن چکی ہیں۔

یہ بات کہ یہاں کوئی کفر و اسلام کا مقابلہ تھا درست نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو حضرت حسینؓ اپنی رائے ہرگز تبدیل نہ فرماتے کہ یزید تو اپنی جگہ موجود تھا اور حضرت حسینؓ نے کوفی لشکر کے سامنے جو مطالبہ رکھا وہ تین حصوں پر مشتمل تھا اوّل۔ مجھے واپس جانے دو، دوم مجھے یزید کے پاس لے چلو سوم مجھے کسی دوسرے ملک یا سرحدات کی طرف نکل جانے دو۔ چنانچہ یہاں ایم، اے شریعتی لکھتا ہے:۔

IMAM HUSSAIN OFFERED TO RETURNBACK OR TO GO TO BORDER TO CROSSIN TO NONMUSLIM COUNTRY RATHER THAN ACKNOWLEGE THE CALIPHATE OF YAZID. BY-M-A SHRIATI P.29

نیز یہ بات صفحات تاریخ میں موجود ہے اور فریقین کے نزدیک مسلّم کہ حضرت حسینؓ نے فرمایا میں تمہارے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتا مجھے یزید کے پاس لے چلو میں اس کی بیعت کر لوں گا ملاحظہ ہو (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۷۱ ج ۸) اور الامامۃ والسیاسۃ ص ۳ ج ۲ فیسرنی الی یزید فاضع یدی فی یدہ فیحکم فیّ ما رائی (ترجمہ) مجھے یزید کے پاس جانے دو میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا پھر وہ میرے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے اور ابن جریر طبری نقل کرتے ہیں:

واما ان اضع یدی فی ید یزید بن معاویۃ فیری فیما بینی وبینہ رایۃ
(تاریخ الامم والملوک ص ۲۲۵ ج ۶)

ترجمہ: "یعنی میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ پہ رکھ دوں گا
پھر دیکھیں وہ میرے بارے میں کیا رائے قائم کرتا ہے"
سوانداز اً ۲ محرم آپ القرعاسے نکلے اور سب اسی بات
پہ متفق ہیں کہ دمشق کو چلتے ہیں چنانچہ ۷ محرم کو العذیب ۸ کو قصرِ مقاتل
اور ۹ محرم کو کربلا پہنچے - یہ تاریخی حقیقت ہے -

چوتھی منزل

چوتھی منزل مقام کربلا ہے جس کے افسانے اس قدر بیان ہوئے
ہیں کہ کسی کو یہ سوچنے کا ہوش بھی نہیں کہ مقام کنارِ دریا پہ واقع
ہے سطح سمندر سے ۷۰۰ فٹ سے لے کر ۱۷۰۰ فٹ کے درمیان بلندی
ہے زمین ریتلی ہے مگر سرسبز بھی ہے ایک طرف چھوٹے چھوٹے
چٹانوں کے ٹیلے سے ہیں اس دور میں اس منزل کا نام الطف بھی
ملتا ہے یعنی بہت مزیدار جگہ - یہ پانی بند رکھنے کا فسانہ بھی نرالا
ہے کہ یہاں تو خیمہ گاڑنے کے لئے کیل ٹھونکو تو پانی ملتا ہے
بھلا دریا سے لانے کی ضرورت کیا ہے اور خود شیعہ روایات میں ہے
کہ حضرت نے بیلچہ مارا اور پانی نکل آیا - مگر پھر دفن کر دیا کہ ہم دریا سے
ہی لیں گے - کمال ہے - اور پھر بھی راوی کہتے ہیں کہ معصوم بچے کو اٹھا
کر کنارِ دریا نام خدا پانی مانگ رہے تھے - یا للعجب
بہر حال حضرت نے کربلا میں قیام فرمایا اور ستانے کے لئے ۱۰ محرم

کو سفر ملتوی رکھا۔ اب لطف کی بات یہ ہے کہ کوفی جن پر یہ لشکر مشتمل تھا اکثر نماز حضرت کے ساتھ ادا کرتے تھے کربلا میں ظہر کی اذان ہوئی تو بیشتر آگئے نماز کے بعد حضرت نے پھر وہی بات چھیڑ دی کہ تم عجیب لوگ ہو پہلے مجھے دعوت دی پھر خود یزید سے مل گئے چلو یہ بھی ٹھیک ہوا، مگر اب میرا راستہ روکنے کا تمہیں کیا حق حاصل ہے۔ چنانچہ حر نے خطوط سے لاعلمی ظاہر کی تو حضرت حسینؓ نے خطوط سے بھری تھیلیاں منگوائیں اور ڈھیر کر دیں جن میں ہزاروں خطوط تھے اور ۱۵۰ خط ایسے تھے جن کے حاشیہ پر کئی کئی افراد کے دستخط ثبت تھے یہ ساری بات شیعہ حضرات "خلاصۃ المصائب" کے صفحہ ۵۰ پر بھی موجود ہے۔ جب یہ بات حر نے کوفہ کے ان سرداروں کے سامنے بیان کی اور خطوط کے بارے میں بتایا تو انہوں نے خوب سمجھ لیا کہ قتل پہ ہچکولا ہوگا وہ یہ خوب جانتے تھے کہ حضرت حسینؓ کو قتل کرنا سیاسی اعتبار سے بھی یزید کو ہلا کر رکھ دے گا اور یہ کسی طرح اس کے حق میں نہیں نیز جرم تو سارا ہمارے سر آئیگا اور ہمارا بچنا بہت مشکل ہوگا۔ لیکن اگر حضرت حسینؓ کو یہاں شہید کر دیا جائے تو خطوط بھی تلف ہو سکتے ہیں اور واقع کی ذمہ داری یزید کے نام پر ہوگی، لہذا ایک عالم اس کے خلاف غم و غصہ سے بھر جائے گا پھر اس کے لئے ہمارے ساتھ بگاڑنا بھی آسان کام نہ رہے گا۔ یہ وہ سوچ تھی جس نے عصر سے قبل ہی ان کو حضرت حسینؓ کی اچانک گاہ پر بے خبری میں ٹوٹ پڑنے کے لئے اکسایا اور یوں جگر گوشہ بتول کا چمن ان ظالموں کی ٹاپوں تلے تھا چند خدام ہمراہ تھے صاحبزادگان اند بھتیجے یا کچھ لوگ انہیں کوفیوں میں سے تھے جو بلانے کو گئے تھے یا پھر حر جو خطوط دیکھ کر کوفیوں سے نالاں تھا ساتھ شہید ہوا یہ چند نفوس مقدسہ تھے جو ظلماً سازش کر کے نہایت

بے دردی سے شہید کر دیے گئے اب اس واقعہ کے بارے میں علماء شیعہ کا اقرار بھی حاضر ہے، زمانہ حال کے ایک مؤلف جناب شاکر حسین صاحب امروہی مؤلف مجاہد اعظم" فرماتے ہیں "صدہا باتیں طبعزاد تراشی گئیں واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہوگیا، ... ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی کربلا میں خود موجود نہ تھے سب واقعات انھوں نے سماعی لکھے ہیں لہذا مقتل ابو مخنف پر بھی پورا وثوق نہیں پھر لطف یہ کہ مقتل ابو مخنف کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں اور ان سے صاف صاف پایا جاتا ہے کہ خود ابو مخنف واقعات کے جامع نہیں بلکہ کسی اور ہی شخص سے ان بیان کردہ سماعی واقعات کو قلم بند کر دیا ہے"

دو مختصر یہ کہ شہادت امام حسینؑ کے متعلق تمام واقعات ابتداء سے انتہا تک اس قدر اختلاف سے پُر ہیں کہ اگر ان کو فرداً فرداً بیان کیا جائے تو کئی ضخیم دفتر فراہم ہو جائیں، اکثر واقعات مثلاً اہل بیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند کرنا، فوج مخالف کا لاکھوں کی تعداد میں ہونا، شمر کا سینۂ مطہرہ پر بیٹھ کر سر جدا کرنا، آپ کی لاش مبارک سے کپڑوں کا اتارا جانا، نعش مبارک کا ملکد کوب سم اسپاں کیا جانا سرادقات اہل بیت کی غارت گری، نبی زادیوں کی چادریں تک چھین لینا وغیرہ وغیرہ نہایت مشہور اور زبان زد خاص و عام ہیں حالانکہ اس میں سے بعض سرے سے غلط بعض مشکوک بعض ضعیف بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں" (مجاہد اعظم ص۱۸۶)

یہ حیثیت تو خود شیعہ علما کے نزدیک ہے پھر اس سارے فسانے میں بچا کیا واقعہ اس قدر تھا کہ کوفیوں نے ایک تیر سے کئی شکار کئے ورنہ شمر حضرت علیؓ کا سالا

اور حضرت حسینؓ کے بھائیوں جعفرؓ، عباسؓ اور عثمانؓ کا سگا ماموں تھا جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے نہایت بے جگری سے لڑا۔ ابن سعد حضور صلعم کا ماموں زاد بھائی تھا۔ اور حضرت حسینؓ کا رشتہ میں نانا۔ اور جلاء العیون میں ہے کہ دیر تک حضرت حسین کے پاس بیٹھا کرتا تھا بلکہ خود یزید کی بیوی عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی بیٹی حضرت زینبؓ کی سوتیلی بیٹی اور حضرت حسین کی بھانجی بھی تھی، چچا زاد بھائی کے ناطے بھتیجی بھی چنانچہ اس سانحہ عظیم کے بعد جس کی تاریخی شہادت کا حوالہ تو دے ہی دیا ہے اور اس قدر مزید حوالجات دیئے جا سکتے ہیں کہ یہ خود ایک علیحدہ دفتر بن جائے اگر کسی صاحب دل کو دلائل سمعی کے علاوہ دلائل ذوقی سے جاننے کا شوق ہو تو بسم اللہ۔ تشریف لائے اللہ اللہ کرے دل کی روشنی حاصل کرے اور انشاء اللہ وہ خود دیکھ لے گا کہ میدان کربلا میں کیا ہوا بحمد اللہ میں آج بھی ان ٹیلوں اور میدانوں کو دیکھ رہا ہوں مجھے کٹتے ہوئے سر اور تڑپتے ہوئے جسم دکھائی دے رہے ہیں، اڑتی ہوئی دھول حضرت حسینؓ پر وارد ہونے والی بلا کا پتہ دے رہی ہے دونوں فریقین دریا کے اس طرف ہیں یہ بھی جھوٹ تراشا گیا کہ حضرت حسینؓ ایک طرف اور اعداد دوسری طرف تھے، عصر کا سورج ڈھلتے ڈھلتے اس قیامت کو دیکھتا جا رہا ہے جو ایک صالح متقی صحابی اور اولادِ رسولِ ہاشمی پہ ٹوٹی ہے اگر حوصلہ ہے تو آؤ میں بفضل اللہ تمہیں بھی دکھا دوں کہ اصل واقعہ کیا ہے۔

پانچویں منزل: اس واقعہ ہائلہ کے بعد یہ لٹا پٹا مظلوم قافلہ کوفیوں کے ساتھ دمشق پہنچا، تو ابن جریر نے کامل اور تاریخ کبیر ذہبی میں موجود ہے کہ یزید نے

خبر سُنی تو آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور کہنے لگا بغیر قتل حسینؓ کے بھی میں تمہاری اطاعت سے خوش ہو سکتا تھا ابن سمیہ پر خدا کی لعنت۔ واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسینؓ سے ضرور درگذر کرتا، خدا حسینؓ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ قاصد کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا (ایک آدھ حوالہ خود شیعہ کتب کا دیکھ لیں۔

ناسخ الاحزان مطبوعہ ایران ص۳۲۱ "کہ کسے وارد شد خبر آورد وگفت
کہ دیدۂ تو روشن کہ سرِ حسینؓ وارد شد آں نظر غضبناک کرد وگفت
دیدہ ات روشن مباد"۔

ترجمہ: کسی نے یزید سے آکر کہا کہ تیری آنکھیں روشن ہوں حسینؓ کا سر آگیا یزید نے بنظر غضب دیکھا اور کہا تیری آنکھیں روشن نہ ہوں"۔

خلاصۃ المصائب ص۲۹۳ کہ "تباہ حال قافلہ دمشق پہنچا تو یہ دیکھ کر یزید رو پڑا اس کے ہاتھ میں ایک رومال تھا جس سے آنسو پونچھتا جاتا تھا اس نے سب کو اپنی زوجہ ہند بنتِ عامر کے پاس بھیج دیا جب اہل بیت حسینؓ، محل میں پہنچے تو گریہ وزاری بلند ہوئی جسکی آواز بھی سنائی دیتی تھی"۔

جلاء العیون اور طراز المذہب مظفری ص۴۶۸ پہ لکھتا ہے:۔

"حضرت علیؓ (زین العابدین) کی عزت کی صبح شام ان کو شریک طعام کرتا تھا جب وہ دستر خوان پر نہ آتے یزید کھانا نہ کھاتا نہ آرام کرتا"

مندرجہ بالا حوالجات شیعہ حضرات کے ہیں اس کے بعد کیا ہوا یہ بھی تاریخ میں موجود ہے۔ یزید نے نہایت عزت کی بہت مال و دولت پیش کیا اور حضرت علی

بن حسینؓ (زین العابدین) کے منشا کے مطابق فوجی محافظ ساتھ دیکر مدینہ منورہ پہنچا دیا، ہمیشہ ان کا احترام بحال رکھا حتیٰ کہ واقعہ حرّہ میں جب مدینہ منورہ پر حملہ ہوا تو یزیدی افواج نے حضرت علیؓ (زین العابدین) سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ صرف بی بی زینبؓ اپنی بیٹی یعنی یزید کی بیوی کے پاس رہ گئیں وہیں انتقال فرمایا اور وہیں ان کا مزار زیارت گاہِ عالم ہے جسے سبائیوں نے چودہ سال قید کا نام دیا حالانکہ خود یزید ۶۴ھ میں فوت ہوا اور حکومت معاویہؓ بن یزید سے ہو کر مروان بن الحکم کے پاس چلی گئی۔ اب صرف ایک بات باقی رہ گئی کہ یہ اہل کوفہ کون تھے کیا چاہتے تھے۔

یہ عہد فاروقی کی ایک فوجی چھاؤنی تھی جو ۱۷ھ میں بنائی گئی رفتہ رفتہ شہر بن گیا اور مختلف علاقوں کے لوگ یہاں آکر آباد ہوئے، یہود کی زیرِ زمین خلافِ اسلام تحریک جس کے ہاتھ حضرت عمرؓ کے مبارک خون سے آلودہ اور جس کی تلوار حضرت عثمانؓ غنیؓ کے خون سے رنگین تھی جبکہ عیاں ہے تا حال خونِ علیؓ خشک نہیں ہوا تھا اس کا مرکز بھی کوفہ تھا اور اس کے داعی اور بانی عبداللہ ابن سبا کے سب سے زیادہ معتمد شاگرد کوفہ ہی میں تھے اور شیعانِ علی کہلواتے تھے یہ ایک سیاسی غلاف تھا کہ ہم سیاست میں حضرت علیؓ کی طرف دار ہیں مگر باطنی طور پر یہ لوگ اسلام کے دشمن تھے لہٰذا انہوں نے کبھی حضرت علیؓ سے بھی وفا نہ کی ذرا ان کے بارے حضرت علیؓ کی رائے شیعہ کتب کے حوالے سے سن لیں۔

(نہج البلاغہ از قسم اول صـ۷ـ)

" وائے مردوں کی ہمشکل نامرد و لڑکوں کی سی سمجھ رکھنے والو عورتوں کی سی عقل

والو مجھے آرزو ہے کہ کاش میں نے تم کو نہ دیکھا ہوتا اور نہ پہچانا ہوتا۔ یہ پہچاننا ایسا ہے کہ واللہ اس سے پشیمانی حاصل ہوئی اور رنج لاحق ہوا خدا تم کو غارت کرے تحقیق تم لوگوں نے میرا دل پیپ سے بھر دیا اور میرا سینہ غصہ سے لبریز کر دیا تم لوگوں نے مجھے غم کے گھونٹ سانس لے لے کے پلائے اور نافرمانی کرکے اور ساتھ نہ دیکر میری رائے کو خراب کر دیا۔ یہاں تک کہ قریش کے لوگ کہتے ہیں ابن ابی طالب بہادر تو ہے لیکن اس کو لڑائی کے فن کا علم نہیں"۔

حضرت حسینؓ کو اثنائے راہ مقام زبالہ پہ جب حضرت مسلمؓ کی شہادت کی خبر ملی تو فرمایا قد خذلنا شیعتنا (کہ ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل کر دیا (خلاصۃ المصائب صد ۹۴)

اور یہ بات بھی خلاصۃ المصائب صد ۲۰۱ پر موجود ہے کہ سوائے اہل کوفہ کے وہاں کوئی دوسرا نہ تھا۔

ملاحظہ ہو صفحہ مذکور کی عبارت:۔

لیس فیہم شامی" ولا حجازی" بل جمیعہم من اہل الکوفہ (ان میں کوئی شامی یا حجازی نہ تھا بلکہ سب کوفی تھے۔

اور شیعہ مجتہد قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب مجالس المومنین مجلس اول صفحہ ۲۵ پر لکھتے ہیں۔

تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد سنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل و محتاج دلیل است اگرچہ ابو حنیفہ کوفی باشد

ترجمہ:" اہل کوفہ کے شیعہ ہونے پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ان کا سنی ہونا خلاف اصل اور محتاج دلیل ہے اگرچہ ابو حنیفہ کوفی تھا۔"

غرض اس سبائی ٹولے نے یہ قیامت توڑی اور پھر لوط بن یحییٰ نامی جس کا لقب ابی مخنف تھا جو ۱۹۵ھ میں مرا نے تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد رطب و یابس جمع کر کے مقتل حسینؓ نامی کتاب لکھی جسے بعد کے مورخوں نے بنیاد بنایا اور ساڑھے تین سو سال بعد معز الدولہ نے ایک علیحدہ مذہب کی باقاعدہ بنیاد رکھی جسے ابو جعفر کلینی نے الکافی نامی کتاب میں ترتیب دیا تھا جس کا سن وفات ۲۳۰ ہجری ہے اور مذہب کی روایات کو حضرت جعفرؒ کی طرف منسوب فرمایا جو اس سے تقریباً دو صدی پہلے گذر چکے تھے اور مذہب کی بنیادی کتابوں میں سے صرف یہی کتاب ہے۔ جو نسبتاً کم عرصہ بعد لکھی گئی ورنہ من لا یحضرہ الفقیہ محمد بن علی ابن بابویہ قمی نے ۳۸۱ ہجری میں تہذیب الاحکام اور استبصار محمد بن حسن طوسی نے ۴۶۵ھ میں لکھیں ان کتب سے پہلے کیا تھا ذرا اصول کافی سے پوچھ لیں۔ کہتا ہے۔

الشیعۃ قبل ان یکون ابو جعفر و ہم لا یعرفون مناسک حجہم و حلالہم وحرامہم۔

ترجمہ: امام باقرؒ سے پہلے تو شیعہ حج کے مناسک اور حلال و حرام سے بھی واقف نہ تھے۔

یعنی ظہور اسلام سے اور اسلام کے اولین روشن دور سے نیز پیغمبر اسلامؐ سے

انہوں نے کچھ حاصل نہ کیا اور نہ ان کے ارشادات گرامی کو اسلام جانا بلکہ صدیوں بعد کی ہفوات جن کے راوی زرارہ اور ابو بصیر جیسے راندہ بارگاہ لوگ تھے جن کا حال کتب شیعہ میں بھی یوں مذکور ہے۔

"یہ حکم ایسی جماعت کے حق میں ہے جن کی ضلالت پر صحابہ کا اجماع ہے جیسا کہ زرارہ اور ابو بصیرؒ حق الیقین اردو ص۴۲۶" یہ وہ لوگ ہیں جن کی روایات پہ اس مذہب کی بنیاد استوار ہے خدا ان کو پناہ نہ دے ان ظالموں نے ایک متوازی اسلام جاری کر دیا اور کلمہ طیبہ کے مقابل کلمہ، نماز کے مقابل نماز، وضو کے مقابل وضو، کا طریقہ غرض حج زکوٰۃ، جنازہ کوئی عبادت نہ چھوڑی جس کا مقابل اپنی طرف سے نہ گھڑ لیا۔ کتاب اللہ کا انکار کیا عقائد توحید و رسالت میں تبدیلی کی، ذات رسول اقدسؐ ازواج مطہراتؓ، بنات رسولؐ مقبول اور صحابہ رسولؐ پہ زبان طعن دراز کی اہل بیت رسولؐ کو ظلماً قتل کیا اور اس ظالمانہ فعل کو آڑ بنا کر اسلام کو فسانہ آزاد بنانے کے درپے ہیں۔ بلا تو وہ تھی جو میدان میں حضرت حسینؓ پہ وارد ہوئی مگر گریہ یہ ہے چودہ صدیاں بیت گئیں مگر ظالموں نے انہیں معاف نہیں کیا بلکہ جھوٹ پہ جھوٹ تراش کر ان کے ذمہ لگاتے جا رہے ہیں اللہ تمام مسلمانوں کو خصوصاً اور اقوام عالم کو عموماً ان کی گمراہی سے پناہ میں رکھے آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

الداعی الی الخیر: فقیر محمد اکرم عفی عنہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

۵ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ